امام اہلسنت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی قدس سرہٗ

# اور اُن کی تعلیمات





مجدد الملۃ الحاضرہ، حامی سنن، ماحی فتن

# امام احمد رضا علیہ الرحمۃ

اور ان کی

# تعلیمات



مولانا عبدالمبین نعمانی قادری

# امام احمد رضا اور ان کی تعلیمات

محمد عبدالمبین نعمانی قادری*

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری محدث بریلوی قدس سرہ چودہویں صدی کے مجدد اور امام تھے ۱۰؍شوال ۱۲۷۲ھ/۱۴؍جون ۱۸۵۶ء کو بریلی (یوپی) میں پیدا ہوئے اور ۲۵؍صفر ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء کو اس دنیائے فانی سے عالم جاودانی کی طرف کوچ کر گئے۔ اڑسٹھ (۶۸) سالہ مختصر عمر میں آپ نے احیا و تجدید دین کے جو کارہائے نمایاں انجام دیے، دنیائے علم و ادب انگشت بدنداں ہے۔ کون سا علم ہے جس پر امام احمد رضا نے قلم نہیں اٹھایا، تفسیر و حدیث اور فقہ کے تو امام تھے ہی، علم ریاضی، ہیئات، توقیت اور فلسفہ قدیمہ و جدیدہ (سائنس) پر بھی آپ کو مہارت تامہ حاصل تھی، پچاس سے زیادہ علوم و فنون میں ایک ہزار کے قریب آپ کی مطبوعہ تصانیف آپ کی جلالت علمی پر شاہد عدل ہیں۔ آپ کے فتاویٰ کی بارہ ضخیم جلدیں مطبوعہ ہیں۔ جو جدید ترتیب و ترجمہ کے ساتھ تقریباً تیس جلدوں میں منظر عام پر آرہی ہیں۔ ان میں ۲۵؍جلدیں شائع ہو چکی ہیں باقی زیر طبع ہیں۔ آپ نے اپنی تصانیف میں جو احادیث نقل کی ہیں ان کو دستیاب تصانیف سے اخذ کر کے فاضل جلیل حضرت مولانا محمد حنیف خاں مصباحی بریلوی نے مرتب کر دیا ہے، اس کی دس جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ جن میں آخر کی تین جلدیں تفسیری مضامین پر مشتمل ہیں۔ یہ کتاب امام احمد رضا کے محدثانہ مقام کو سمجھنے کے لیے بڑی اہمیت کی حامل ہے یوں ہی فاضل نوجوان مولانا محمد عیسیٰ رضوی دیناجپوری نے ''امام احمد رضا اور علم حدیث'' کے نام سے چھ (۶) جلدوں میں ایک مجموعہ احادیث مرتب فرمایا ہے۔ جس کی تین جلدیں رضوی کتاب گھر مٹیا محل دہلی سے شائع ہو چکی ہیں۔ باقی جلدیں منتظر طبع ہیں۔ عنقریب ان کی طباعت بھی متوقع ہے موصوف نے فتاویٰ رضویہ اور دیگر تصانیف کو سامنے رکھ کر احادیث کو لیا ہے اور فہرست موضوع کے اعتبار سے بنائی ہے یہ کتاب بھی امام احمد رضا کے محدثانہ مقام کو سمجھنے میں بڑی اہمیت کی حامل ہے ہر ہر کتاب کا مرتب نے شروع میں تعارف بھی قلمبند کر دیا ہے۔

امام احمد رضا سے متعلق یہ باتیں مزید نوٹ کے لائق ہیں کہ آپ نے تقریباً چودہ سال کی عمر میں علوم مروجہ سے فراغت پالی تھی اور مسند افتا پر بیٹھ کر فتاوے لکھنا شروع کر دیا تھا، آپ نے تمام



علوم اپنے والد گرامی عمدۃ المحققین حضرت مولانا نقی علی خاں بریلوی قدس سرہ سے ہی حاصل کیے، ابتدائی تعلیم مولانا مرزا غلام قادر بیگ سنی بریلوی علیہ الرحمہ سے حاصل کی، اور ریاضی کی تعلیم مولانا عبدالعلی رامپوری سے اور علم تکسیر وغیرہ میں تاجدار مارہرہ قطب ارشاد حضرت مولانا سید شاہ ابوالحسین احمد نوری علیہ الرحمہ سے استفادہ فرمایا،...... آپ نے مدۃ العمر کبھی کسی مدرسہ یا اسکول میں داخلہ لے کر تعلیم حاصل نہیں کی، شہر سے باہر کہیں کسی مدرسہ میں جا کر تعلیم حاصل کرنے کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ بعض لوگ اس سلسلے میں بالکل بے بنیاد اور بے دلیل باتیں اپنی طرف سے گڑھ کر لکھتے اور بولتے ہیں۔ اہل علم و تحقیق کو کم از کم اس قسم کی سنی سنائی باتوں پر قطعاً توجہ نہیں دینی چاہیے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ چونکہ اپنے عہد کے سب سے بڑے اور سب سے زیادہ ذمہ دار عالم تھے مفتی شرع تھے اور مجدد ملت بھی اس لیے آپ نے وقت کے تمام ہی فتنوں کا سدباب کیا اور تمام گمراہ فرقوں کا رد کرتے ہوئے مسلک اہلسنت و جماعت کی بھرپور تائید و حمایت فرمائی و اسلاف کرام اور بزرگان دین کی ترجمانی کی، مرزا غلام احمد قادیانی پنجابی نے جب نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا تو سب سے پہلے آپ نے ہی اس کا شدید رد فرمایا، اور اس کے خلاف متعدد کتابیں تصنیف فرمائیں۔ اسی طرح جب روافض نے بھی کبھی سر ابھارا، صحابہ کرام کی توہین کی، اپنے گمراہانہ عقائد کا پرچار کیا تو اعلیٰ حضرت نے ان کا بھی رد کیا، اور متعدد کتابیں ان کے رد میں تصنیف کیں۔ یوں ہی شیعوں کے ایک فرقہ مفضلہ کا بھی رد فرمایا، جو تفضیل علی کا قائل تھا یعنی حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے تمام صحابہ سے افضل ہونے کا قائل تھا،......

قرآن پاک کے تراجم تو بہت سے منظر عام پر آئے اور آرہے ہیں مگر آپ نے عشق و ایمان میں ڈوب کر جو ترجمۂ قرآن کنزالایمان اپنے خلیفہ و تلمیذ صدر الشریعہ علامہ محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ (مصنف بہار شریعت و فتاویٰ امجدیہ) کے ہاتھوں قلم بند کرایا ہے وہ عشق و محبت کا گنجینہ ہے۔ اس کی سطر سطر آپ کے علمی مقام و مرتبے کی سچی تصویر ہے۔ اس ترجمے کو دیکھنے کے بعد تمام دیگر تراجم پھیکے نظر آتے ہیں۔ آپ کا یہ ترجمہ ایک طرف اردو زبان و ادب کا شاہکار ہے تو دوسری طرف قرآن حکیم کی صحیح ترین ترجمانی کا منہ بولتا ثبوت بھی اور ایجاز بیانی میں بھی یہ ترجمۂ قرآن اپنی مثال آپ ہے،...... یہ بات بھی نوٹ کرنے کے لائق ہے کہ آج پوری دنیا میں کوئی ترجمۂ قرآن کثرت اشاعت میں اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا، دنیا کی کئی زبانوں میں اس کا بھی ترجمہ ہو چکا ہے۔

شعروادب میں آپ نے جوگل بوٹے کھلائے ہیں۔اورنعتیہ شاعری کے فروغ میں جیسا کچھ نمونہ چھوڑا ہے،اہل علم عش عش کراٹھتے ہیں اور وجدان جھوم جھوم جاتے ہیں۔جس کسی کوفن کے کمال سخن وری کا مشاہدہ کرنا ہو وہ آپ کے مجموعۂ کلام ''حدائق بخشش'' (اول دوم) کو مطالعہ میں رکھے،اور فیصلہ کرے کہ کیسی کیسی نادر تشبیہات واستعارات سے کام لیا ہے ساتھ ہی عشق ومحبت رسول کی کیسی شمع جلائی ہے، کہ ایک ایک شعر آتش عشق کو بھڑکاتا اور تیز کرتا نظر آتا ہے، ذرا چند اشعار ملاحظہ کریں اور جذبۂ تحسین کو مہمیز دیں۔ ـــ

طوبیٰ میں جوسب سے اونچی نازک سیدھی نکلی شاخ — مانگوں نعت نبی لکھنے کو روح قدس سے ایسی شاخ
کانٹا مرے جگر سے غم روزگار کا — یوں کھینچ لیجیے کہ جگر کو خبر نہ ہو
دنداں کا نعت خواں ہوں نہ پایاب ہوگی آب — ندی گلے گلے مرے آب گہر کی ہے
وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں — تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں
پھر کے گلی گلی تباہ ٹھوکریں سب کی کھائے کیوں — دل کو جو عقل دے خدا تیری گلی سے جائے کیوں
پوچھتے کیا ہو عرش پر یوں گئے مصطفیٰ کہ یوں — کیف کے پر جہاں جلیں کوئی بتائے کیا کہ یوں
جان ہے عشق مصطفیٰ روز فزوں کرے خدا — جس کو ہو درد کا مزا ناز دوا اٹھائے کیوں
وہ کمال حسن حضور ہے کہ گمان نقص جہاں نہیں — یہی پھول خار سے دور ہے، یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

حدائق بخشش پڑھتے جائیے اور سر دھنتے جائیے وہ روانی وہ سلاست اور حسن ادا کی وہ کرشمہ آرائی کہ زبان و بیان کو بھی پسینہ آئے،آج کہا جاتا ہے کہ فنکاری اور شریعت کی پاسداری دونوں کا جمع ہونا ممکن نہیں یا بہت مشکل ہے،اس کے جواب میں مذکورہ اشعار پڑھیے اور پھر امام احمد رضا کا یہ شعر ـــ

جو کہے شعر و پاس شرع دونوں کا حسن کیونکر آئے — لا اسے پیش جلوۂ زمزمۂ رضا کہ یوں

امام احمد رضا کی حیات و خدمات کا تو ہر گوشہ اس لائق ہے کہ اس کو دیکھا اور پڑھا جائے اور سبق حاصل کیا جائے،مگر امام احمد رضا کے تجدیدی کارنامے بطور خاص ہمیں اپنی طرف متوجہ کرتے ہیں۔تجدیدی کارناموں میں سرفہرست یہ بات آتی ہے کہ آپ نے پیارے آقا کی شان میں گستاخی کرنے اور اس کو پھیلانے والوں کو بخشا نہیں اور کوئی بھی عاشق اپنے محبوب کی ناقدری برداشت نہیں کرسکتا، پھر بھی آپ نے جذبۂ اصلاح کے پیش نظر توبہ ورجوع کی دعوت دی مگر صریح کفریات بکنے



والوں نے جب توبہ ورجوع میں اپنی شان گھٹتی محسوس کی اور اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ کی بنا پر،انا کا شکار ہوگئے اور توبہ ورجوع سے روگردانی کی تو پھر ان پر شرعی حکم لگانا آپ کی دینی ذمہ داری تھی، جسے امام احمد رضا نے بہ احسن وجوہ یعنی اچھی طرح نبھایا۔بس یہی بات بعض لوگوں کو بڑی ناگوار گزری،اور طرح طرح کے الزامات لگانا شروع کردیا۔مولانا کوثر نیازی جو ایک غیر جانبدار شخصیت کے حامل تھے،لیکن پرکھنے اور سوچ سمجھ کر بات کرنے کے عادی تھے،تحریر کرتے ہیں اور سچی بات کہتے ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ امام احمد رضا بہت متشدد تھے،انہوں نے اپنی کتابوں میں بڑے بڑے علما اور اکابر کو کافر ٹھہرایا ہے مگر میں کہتا ہوں یہی ایک بات تو انہیں دوسرے مکاتب فکر کے مقابلے میں ممیز و مشخص (یعنی ممتاز) کرتی ہے، بدقسمتی سے ہمارے یہاں اکثر لوگ انہیں بریلوی نامی ایک فرقے کا بانی سمجھتے ہیں، حالانکہ وہ اپنے مسلک کے اعتبار سے صرف حنفی اور سلفی (یعنی اسلاف کرام کے نقش قدم پر) ہیں اور بس۔ان کے مقابلے میں جن لوگوں کو دیوبندی کہا جاتا ہے، فقہی مسلک اور اکثر و بیشتر دوسرے مسائل میں وہ بھی وہی نقطہ نظر رکھتے ہیں جو مولانا احمد رضا خان بریلوی کا ہے، پیری مریدی ان کے ہاں بھی پائی جاتی ہے، فیض قبور کا وہ بھی اعتراف کرتے ہیں، عدم تقلید (غیر مقلدیت) کے وہ بھی مخالف ہیں، امام ابوحنیفہ کی فقہ کو دوسرے تمام فقہی اصولوں پر وہ بھی ترجیح دیتے ہیں۔اصل جھگڑا یہاں سے چلا کہ ان کے بعض اکابر کی خلاف احتیاط تحریروں کو امام رضا نے قابل اعتراض گردانا،اور چونکہ معاملہ عظمت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا،توہین رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بنیاد پر انہیں فتوں کا نشانہ بنایا دیکھا جائے تو یہی فتوے امام بریلوی اور ان کے کتب فکر کے جداگانہ تشخص کا مدار ہیں،...... جس تشدد کی دہائی دی جاتی ہے وہی ان کی ذات کی پہچان اور پوری حیات کا عرفان ہے وہ فنانی الرسول تھے، اس لیے ان کی غیرت عشق احتمال کے درجے میں بھی توہین رسول کا کوئی خفی سے خفی پہلو بھی برداشت کرنے کو تیار نہ تھی، دم آخریں اپنے عقیدتمندوں اور وارثوں کو جو وصیت کی وہ بھی یہی تھی، کہ

"جس سے اللہ ورسول کی شان میں ادنیٰ توہین پاؤ، پھر وہ تمہارا
کیسا ہی پیارا کیوں نہ ہو، فوراً اس سے جدا ہو جاؤ، جس کو بارگاہ رسالت میں
ذرا بھی گستاخ دیکھو، پھر وہ کیسا ہی بزرگ معظم کیوں نہ ہو اسے اپنے اندر سے
دودھ کی مکھی کی طرح نکال کر پھینک دو"...... وصایا شریف

(امام احمد رضا ایک ہمہ جہت شخصیت، ص۱۹، از مولانا کوثر نیازی، مطبوعہ رضا اسلامک مشن، بنارس)

گویا امام احمد رضا عشق رسالت کے داعی تھے اور خود بھی بڑے سچے عاشق رسول تھے وہ فرماتے ہیں۔

جان ہے عشق مصطفیٰ روز فزوں کرے خدا — جس کو ہو درد کا مزا ناز دوا اٹھائے کیوں

چنانچہ آپ نے عشق کے پرچار اور دشمنان مصطفیٰ کی سرکوبی میں کسی لومۃ لائم کی پرواہ نہ کی اپنی عزت وآبرو کی بھی پرواہ نہ کی، بس اپنے محبوب، محبوب رب العٰلمین کی مدح وثنا میں رطب اللسان رہے۔ انہیں کا گن گاتے رہے، اور ساری زندگی عظمت مصطفیٰ سے کھیل کرنے والوں، ان کی شان میں گستاخیاں کرنے والوں سے نبرد آزما اور برسرپیکار رہے، دراصل آپ کا مطمح نظر یہ تھا کہ۔

فان ابی ووالدتی وعرضی
لعرض محمد منکم وقاء ﷺ

"یعنی میرے ماں باپ اور میری عزت وآبرو، سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ناموس کے لیے ڈھال ہیں"

یہ عشق ہی کی کرشمہ سازی تھی کہ زندگی بھر آپ سنت رسول ہی کی دعوت دیتے رہے اور خود بھی سنتوں کے سخت پابند تھے، مردہ سنتوں کا زندہ کرنا بھی آپ کا بڑا کارنامہ ہے، جو سنتیں متروک ہو جاتی ہیں اور شریعت کے جن مسائل پر عمل ترک کر دیا جاتا ہے، ان کی تجدید اور احیا آسان کام نہیں ہوتا پورے ماحول سے ٹکر لینی پڑتی ہے، عوام تو عوام اہل علم سے بھی معاملہ پڑتا ہے جن کی بے توجہی سے یا کسی مصلحت ومزاحمت کی وجہ سے سنتیں متروک ہو جاتی ہیں تو پھر ان کی انا کا بھی مسئلہ آڑے آتا ہے اور علم کا طمطراق بھی ان کی پشت پناہی کے لیے میدان میں اتر آتا ہے۔...... جمعہ کی اذان ثانی کا خارج مسجد کرانا امام احمد رضا کا ایسا ہی کارنامہ ہے جس کے لیے انہیں بڑے جاں گسل حالات سے دوچار ہونا پڑا، لیکن فتح آخر میں عشق اور ہمت مردانہ کو ہی حاصل ہوئی، کیوں نہ ہو آخر امام احمد رضا



عشق میں کامل تو تھے ہی، علم وفن کے بھی ایسے بادشاہ تھے کہ ان کے سامنے نہ ان کے عہد میں کوئی آسکا نہ ہی آج تک ان کا ہم پلہ کوئی نظر آیا۔......

امام احمد رضا سنی تھے، اہلسنت کے امام تھے اور سنتوں کے فروغ میں ہمہ تن مصروف بھی، آپ کی زندگی کا گوشہ گوشہ اس کا گواہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بدعات وخرافات اور غلط وغیر شرعی رسم ورواج کے سخت مخالف تھے۔ بعض لوگ جوان کا رشتہ بدعت سے جوڑتے ہیں وہ سخت غلط فہمی کا شکار ہیں یا جان بوجھ کر جھوٹ بولتے نہیں شرماتے ،...... ایسے ہی لوگوں پر تنقید کرتے ہوئے مولانا کوثر نیازی رقم طراز ہیں......

"کیا ستم ظریفی ہے کہ جو رد بدعات میں شمشیر برہنہ تھا اسے خود حامیِ بدعات قرار دیا گیا، ان کے افکار وفتاویٰ کا مطالعہ کیا جائے تو صاف نظر آتا ہے کہ جتنی سخت مخالفت، خلاف پیمبر راہ گزینی (یعنی نبی کے راستے کے خلاف چلنے) کی انہوں نے کی شاید ہی کسی اور نے کی ہو...... ان کے ایک معاصر حضرت خواجہ حسن نظامی دہلوی نے "مرشد کو سجدۂ تعظیمی" کے نام سے ایک کتابچہ لکھا تو امام رضا نے "حرمت سجدہ تعظیمی" کے نام سے اس کا جواب لکھا اور سو سے زیادہ آیات و احادیث سے اسے حرام ثابت کیا"...... (امام احمد رضا ایک ہمہ جہت شخصیت، ص۱۸)

قبروں پر چراغاں اور چادر کے متعلق لکھتے ہیں۔

اسی طرح ہمارے یہاں قبروں پر چراغاں کیا جاتا ہے، مگر امام رضا قبروں، پر چراغ جلانے کو بدعت قرار دیتے ہیں، صرف اس صورت کے جواز کے قائل ہیں کہ جب قبر راستے میں ہو یا مسجد میں اور اس کی روشنی سے مسافروں اور نمازیوں کو فائدہ پہنچ سکتا ہو...... آج کل مزاروں پر منوں اور ٹنوں کے حساب سے چادریں چڑھانے کا رواج ہے اور یہ چادریں عام طور پر وزیروں اور امیروں کی دستار بندی میں صرف کی جاتی ہیں، امام رضا قبر پر صرف ایک چادر چڑھانے کی حد تک اس کے جواز کے قائل ہیں، ڈھیروں چادریں چڑھانے کو بطور رسم جائز نہیں سمجھتے، لکھتے ہیں۔

"جو دام اس میں صرف کریں ولی اللہ کی روح مبارک کو ایصال

ثواب کے لیے محتاج کو دیں''......

ناواقف لوگ آج کل کی قوالیوں کو بھی امام رضا کے مکتب فکر کی پہچان قرار دیتے ہیں، مگر آپ نے اپنے رسالہ ''مسائل سماع'' میں ان قوالیوں کو ناجائز ٹھہرایا ہے، جنہیں مزامیر کے ساتھ سنا جاتا ہے۔...... (امام احمد رضا ایک ہمہ جہت شخصیت، ص ۱۸)

غرضیکہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے اپنے دور میں پائی جانے والی تمام خلاف سنت روایات کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ اور تمام بدعات وخرافات کے خلاف قلمی جہاد فرمایا، تفصیل کے لیے مولانا یٰسٓ اختر مصباحی کی کتاب ''امام احمد رضا اور رد بدعات ومنکرات'' کو ملاحظہ کیا جا سکتا ہے، جس میں مصنف نے امام احمد رضا قدس سرہ کے فتاویٰ اور ملفوظات کی روشنی میں ان سینکڑوں بدعات ومنکرات کا ذکر کیا ہے، جن کا امام احمد رضا نے شدید رد فرمایا ہے، پوری کتاب تقریباً چار سو صفحات پر مشتمل ہے جس کے مطالعہ سے غلط فہمیوں کے بادل چھٹ جاتے ہیں اور الزامات کے تار و پود بھی بکھرتے نظر آتے ہیں،......

اسی مجدد مصلح امت کے ارشادات وتعلیمات کا ایک مختصر مجموعہ ''ارشادات اعلیٰ حضرت'' بھی ہے جس کو عام فہم انداز میں تلخیص وترجمہ کے ساتھ پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے جو راقم الحروف کے ابتدائی دور کے مطالعہ کا خلاصہ ہے، اسے بھی عام کرنے گھر گھر پہنچانے کی ضرورت ہے، تاکہ اس مجدد برحق اور امام عشق ومحبت کی تعلیمات عام ہوں اور قوم کی اصلاح بھی ہو سکے،......

ذیل میں امام موصوف کے اصلاحی اور تجدیدی کارناموں کا ایک مختصر خاکہ پیش کیا جاتا ہے جس سے انصاف پسند حضرات بخوبی اندازہ لگا سکیں گے کہ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کی فکر کیا تھی اور ان کا موقف ومسلک کیا تھا، امید کہ سنی سنائی باتوں کے مقابلے میں حقائق کو اہمیت اور ترجیح دی جائے گی، اور اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے یہ افکار ان عقیدت مندوں کے لیے بھی درس عبرت وقابل عمل ہیں جو اعلیٰ حضرت سے عقیدت ومحبت کا تو خوب اظہار کرتے اور ان کے مسلک کا نعرہ بھی لگاتے ہیں لیکن عمل کے میدان میں پیچھے ہیں،

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ نے اپنے عہد میں جن اصلاحی اقدامات کو عملی جامہ پہنایا ہے ان کو اختصار کے ساتھ ذیل میں بیان کیا جارہا ہے۔

## شریعت وطریقت :



(۱) بعض جھوٹے صوفی شریعت وطریقت میں تفریق کرتے ہیں تاکہ ان کو کھل کر بدعملی بلکہ بے عملی کا موقع مل جائے۔ ان کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''شریعت تمام احکام جسم وجان وروح وقلب اور جملہ علوم الٰہیہ ومعارف نامتناہیہ کو جامع ہے، جن میں سے ایک ٹکڑے کا نام طریقت ومعرفت ہے،...... ولہٰذا باجماع قطعی جملہ اولیاے کرام تمام حقائق کو شریعت مطہرہ پر عرض (پیش) کرنا فرض ہے، اگر شریعت کے مطابق ہوں حق ومقبول ہیں ورنہ مردود ومخذول...... (پھر فرماتے ہیں)

طریقت میں جو کچھ منکشف ہوتا ہے شریعت ہی کی اتباع کا صدقہ ہے ورنہ بے اتباع شرع بڑے بڑے کشف راہبوں جوگیوں سناسیوں کو ہوتے ہیں پھر وہ کہاں تک لے جاتے ہیں اسی نار جحیم (جہنم کی آگ) وعذاب الیم تک پہنچاتے ہیں...... شریعت منبع ہے اور طریقت اس میں سے نکلا ہوا ایک دریا بلکہ شریعت اس مثال سے بھی متعالی (بلند) ہے۔

تفصیل کے لیے ''مقال عرفا باعزاز شرع وعلما'' کا مطالعہ کریں۔

## کفر بکنے والوں کا حکم :

جو کہے، اگر ہندو ہوتے تو بہتر تھا یہ تیس روزے تو نہ رکھنے پڑتے۔ یا کہے، یہ تیس روزے نہیں پوری قید ہے، تو اس کا حکم بیان کرتے ہیں۔

یہ دونوں شخص یقیناً کافر مرتد ہیں، اگر عورت رکھتے ہوں تو ان کی عورتیں ان کے نکاح سے نکل گئیں، ان عورتوں کو اختیار ہے کہ بعد عدت جس سے چاہیں نکاح کر لیں۔

یہ کافر اگر توبہ نہ کریں از سر نو اسلام نہ لائیں تو مسلمانوں کو ان سے میل جول حرام، سلام کلام حرام، بیمار پڑیں تو انہیں پوچھنے جانا حرام، مرجائیں تو ان کے جنازے میں شرکت حرام، انہیں غسل دینا حرام، ان پر نماز پڑھنا حرام، ان کا جنازہ کندھے پر رکھنا حرام، جنازے کے ساتھ جانا حرام، مقابر مسلمین (مسلمانوں کے قبرستان) میں دفن کرنا حرام۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۶/ ۱۲۹)

## فاسق میلاد خواں :

تارک نماز، شرابی، داڑھی کتروانے یا منڈوانے والے اور موضوع روایات بیان کرنے والوں سے میلاد شریف پڑھوانا اور ان کو منبر پر جگہ دینا کیسا ہے؟ اس سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا۔

افعال مذکورہ سخت کبائر ہیں۔ ان کا مرتکب اشد فاسق وفاجر مستحق عذاب یزدان وغضب

رحمٰن ...... اسے منبر و مسند پر کہ حقیقۃً مسند حضور پرنور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہے تعظیماً بٹھانا اس سے مجلس پڑھوانا، حرام ہے ...... روایات موضوعہ پڑھنا بھی حرام، سننا بھی حرام ایسی مجالس سے اللہ عزوجل و حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کمالِ ناراض ہیں، ایسی مجالس اور ان کا پڑھنے والا اور اس حال سے آگاہی پا کر بھی حاضر ہونے والا سب مستحقِ غضب الٰہی ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد نمبر ۱۰، ص ۲۱۸)

## بے ثبوت کافر کہنا سخت گناہ:

بعض لوگ معمولی معمولی بات پر کفر و شرک کا حکم لگا دیتے ہیں، ایسوں کے بارے میں فرماتے ہیں، بجز ثبوت وجہِ کفر کے مسلمانوں کو کافر کہنا سخت گناہِ عظیم ہے بلکہ حدیث میں فرمایا کہ وہ اسی کہنے والے پر پلٹ آتا ہے، ...... (احکام شریعت حصہ سوم)

## کفار کے میلوں میں جانا:

ہندو کے میلوں دسہرہ وغیرہ میں جانے کی بابت فرمایا ...... ان کا میلہ دیکھنے کے لیے جانا مطلقاً ناجائز ہے، ...... اور اگر تجارت کے لیے جائے اگر میلہ ان کے کفر و شرک کا ہے جانا، ناجائز و ممنوع ہے کہ اب وہ جگہ ان کا معبد (مندر) ہے اور معبد کفار میں جانا گناہ ...... اور اگر (میلہ) لہو و لعب کا ہے اور خود اس سے بچے نہ اس میں شریک ہو نہ اسے دیکھے نہ وہ چیزیں جو ان کے لہو و لعب ممنوع کی ہوں بیچے تو جائز ہے پھر بھی مناسب نہیں کہ ان کا مجمع ہے، ہر وقت محلِ لعنت ہے تو اس سے دوری ہی میں خیر، اور اگر خود شریک ہو یا تماشا دیکھے یا ان کے لہو ممنوع، کی چیزیں بیچے تو آپ ہی گناہ و ناجائز ہے۔ (عرفان شریعت اول، ص ۲۷-۲۸)

## سجدہ تعظیمی کی حرمت:

غلط فہمی پھیلائی جاتی ہے کہ بریلی والے قبروں کو سجدہ کرتے ہیں، ہو سکتا ہے کچھ لوگ کرتے ہوں مگر تاجدار بریلی امام احمد رضا قدس سرہ اس کے ہرگز قائل نہیں، نہ ان کے ماننے والے ایسی حرکت کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں اعلیٰ حضرت کا فتویٰ ملاحظہ ہو۔ فرماتے ہیں۔

''مسلمان! اے مسلمان! اے شریعت مصطفوی کے تابع فرمان! جان اور یقین جان کہ سجدہ حضرت عزت عَزَّ جَلالُہٗ کے سوا کسی کے لیے نہیں، اس کے غیر کو سجدہ عبادت تو یقیناً اجماعاً شرکِ مہین و کفر مبین اور سجدۂ تحیت حرام و گناہ کبیرہ بالیقین، اس کے کفر ہونے میں اختلاف علمائے دین، ایک جماعت فقہا سے تکفیر (کافر کہنا) منقول اور عند التحقیق کفر صوری (یعنی صورتاً کفر) پر محمول ......



صحابہ کرام نے حضور کو سجدۂ تحیت کی اجازت چاہی اس پر ارشاد ہوا کہ کیا تمہیں کفر کا حکم دیں ......: معلوم ہوا کہ سجدۂ تحیت ایسی قبیح چیز ہے جسے کفر سے تعبیر فرمایا ...... جب خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے سجدۂ تحیت کا یہ حکم ہے پھر اوروں کا کیا ذکر، ...... (الزبدۃ الزکیہ لتحریم سجود التحیۃ، ص ۵-۱۰ اسنانی میرٹھ)

## شرافت قوم پر منحصر نہیں:

بہت لوگ اپنی قوم اور برادری پر فخر کرتے ہیں اور اس شرافت عرفی کو بنیاد بنا کر دوسرے مسلمان بھائیوں کو ذلیل سمجھتے ہیں، اعلیٰ حضرت قدس سرہ اس سلسلے میں ارشاد فرماتے ہیں۔

''شرع شریف میں شرافت قوم پر منحصر نہیں، اللہ عزوجل فرماتا ہے۔ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ تم میں زیادہ مرتبے والا اللہ کے نزدیک وہ ہے جو زیادہ تقویٰ رکھتا ہے، ...... ہاں! دربارۂ نکاح اس کا ضرور اعتبار رکھا ہے'' (فتاویٰ رضویہ پنجم، ص ۲۹۵)

اس سلسلے میں مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو ...... فتاویٰ رضویہ ج ۵/۷۹۲، جلد ۳/۲۰۰، ۳۴۶، الملفوظ اول، ص ۱۰۱۔

## محرم و تعزیہ داری:

تعزیہ کی اصل تو بس اتنی تھی کہ روضۂ امام عالی مقام سید الشہدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نقشہ بنا کر بطور یادگار گھروں میں رکھا جاتا جیسے کہ خانۂ کعبہ و روضہ سرکار مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نقشے: جیسے یہ جائز وہ بھی جائز، لیکن اب روضۂ امام کے نقشے کے ساتھ طرح طرح کی خرافات نے اس کو ممنوع و ناجائز بنا دیا، مثلاً، اس نقشہ روضہ امام کو قبر امام عالی مقام سمجھنا، اس سے مرادیں مانگنا، اس کے سامنے جھکنا، اس کا طواف کرنا، باجے تاشے سے اس کا جلوس نکالنا، ہر سال اسے مصنوعی کربلا لے جا کر مال ضائع کرنا، نوحہ خوانی و سینہ کوبی، اور پھر اب نقشے بھی ایسے بنائے جاتے ہیں جو روضہ امام عالی مقام سے کچھ علاقہ نہیں رکھتے نئی نئی تراش اور من گھڑت شکلیں بنالی گئی ہیں اور ان کو روضۂ امام سے تشبیہ دی جاتی ہے ...... اس قسم کی تعزیہ داری ظاہر ہے کہ ناجائز ہے کوئی بھی عقل و ہوش والا اس کے جواز کا قائل نہیں، اس لیے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان نے بھی اس کو ناجائز کہا اور اس کے خلاف فتویٰ دیا، ...... ملاحظہ ہو رسائل اعلیٰ حضرت، بدر الانوار، رسالہ تعزیہ داری، اور فتاویٰ رضویہ جلد دہم اور الملفوظ شریف جلد دوم، ص ۸۷، عرفان شریعت، ص ۱۶، وغیرہ۔

(۱) بعض سنت و جماعت عشرۂ محرم (محرم کے دس دنوں) میں نہ تو دن بھر روٹی پکاتے ہیں اور نہ جھاڑو

دیتے ہیں کہتے ہیں بعد دفن تعزیہ روٹی پکائی جائے گی۔

(۲) دس دن کپڑے نہیں اتارتے۔

(۳) ماہ محرم میں کوئی شادی بیاہ نہیں کرتے۔

(۴) ان ایام میں سوائے امام حسن وامام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے کسی کی نیاز فاتحہ نہیں دلاتے۔

یہ جائز ہیں یا ناجائز...... تو جواب دیا۔

پہلی تینوں باتیں سوگ ہیں اور سوگ حرام ہے، اور چوتھی بات جہالت ہے...... ہر مہینے میں ہر تاریخ میں ہر ولی کی نیاز اور ہر مسلمان کی فاتحہ ہو سکتی ہے۔ (احکام شریعت اول، ص۷۵)

## قوالی مع مزامیر:

ڈھول سارنگی کے ساتھ قوالی کا حکم پوچھا گیا تو ارشاد فرمایا۔

ایسی قوالی حرام ہے حاضرین سب گنہ گار ہیں، اور ان سب کا گناہ ایسا عرس کرنے والوں اور قوالوں پر ہے، اور قوالوں کا بھی گناہ اس عرس کرنے والے پر بغیر اس کے کہ عرس کرنے والے کے ماتھے قوالوں کا گناہ جانے سے قوالوں پر سے گناہ کی کچھ کمی آئے، یا اس کے اور قوالوں کے ذمہ حاضرین کا وبال پڑنے سے حاضرین کے گناہ میں کچھ تخفیف (کمی) ہو الخ۔ (احکام شریعت اول، ص۲۹)

یہ پورے چار صفحات پر مشتمل تفصیلی فتویٰ ہے جو دلائل سے پُر ہے، علاوہ احکام شریعت کے فتاویٰ رضویہ کے متعدد مقامات پر بھی قوالی مع مزامیر کے بارے میں احکام مرقوم ہیں۔

## عورتوں کا مزارات پر جانا:

عورتوں کے مزارات اولیا اور عام قبروں پر جانے کے بارے میں سوالات کے جواب ارقام فرمایا......

''عورتوں کے مزارات اولیا، مقابر عوام دونوں پر جانے کی ممانعت ہے۔'' (احکام شریعت دوم، ص۱۸)

اَصح (زیادہ صحیح) یہ ہے کہ عورتوں کو قبروں پر جانے کی اجازت نہیں...... (فتاویٰ رضویہ، ج۴، ص۱۶۵)

''غنیہ'' میں ہے یہ نہ پوچھو کہ عورتوں کا مزارات پر جانا، جائز ہے یا نہیں بلکہ یہ پوچھو کہ اس عورت پر کس قدر لعنت ہوتی ہے، اللہ کی طرف سے، اور کس قدر صاحب قبر کی جانب سے، جس وقت وہ گھر سے ارادہ کرتی ہے لعنت شروع ہو جاتی ہے، اور جب تک واپس آتی ہے ملائکہ لعنت کرتے رہتے ہیں، ...... سوائے روضہ انور کے کسی مزار پر جانے کی اجازت نہیں، وہاں کی حاضری البتہ سنت



جلیلہ عظیمہ قریب بواجبات ہے۔ الخ (الملفوظ دوم، ص۱۰۶)

## طاقوں پر شہید مرد:

بعض لوگ کہتے ہیں فلاں درخت پر شہید مرد ہیں، فلاں طاق میں شہید مرد رہتے ہیں اور اس درخت اور اس طاق کے پاس جاکر ہر جمعرات کو چاول شیرینی وغیرہ پر فاتحہ دلاتے ہیں ہار لٹکاتے ہیں، لوبان سلگاتے ہیں، مرادیں مانگتے ہیں......

اس کے جواب میں ارشاد فرمایا:

یہ سب واہیات خرافات اور جاہلانہ حماقات و بطالات ہیں، ان کا ازالہ لازم الخ

(احکام شریعت اول، ص۱۳)

## محرم و صفر میں نکاح:

عرض کیا گیا۔ کیا محرم وصفر میں نکاح کرنا منع ہے؟...... تو ارشاد فرمایا۔

نکاح کسی مہینہ میں منع نہیں۔ یہ غلط مشہور ہے۔ (الملفوظ اول، ص۳۶)

## غلط روایات کی تردید:

بہت سی غلط روایات کتابوں میں مرقوم ہیں اور کچھ عوام میں مشہور، بعض غوث پاک سے متعلق، بعض خلفائے راشدین صحابہ اور اہلبیت سے متعلق، اور بعض خود سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متعلق، تمام روایات اور موضوع احادیث کا اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے سخت رد فرمایا ہے اور جن کی واقعی کوئی تاویل بن سکتی تھی اس کی تاویل کی ہے، اس سلسلے میں مولانا یٰسٓ اختر مصباحی نے اپنی کتاب ''امام احمد رضا اور رد بدعات و منکرات'' میں سولہ صفحات تحریر فرمائے ہیں جب کہ استقصا انہوں نے بھی نہیں کیا ہے، یہ مضمون اور اقتباسات اصل کتاب میں ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں، جو فتاویٰ رضویہ، احکام شریعت، عرفان شریعت، فتاویٰ افریقہ اور الملفوظ سے ماخوذ ہیں۔

غرض ہر غلط بات کی تردید حضرت امام احمد رضا کا طرۂ امتیاز ہے اور اسی میں ان کی شان تجدید کا جلوہ آشکار۔

## قرآن خوانی پر اجرت:

ثواب رسانی کی نیت سے قرآن مجید پڑھ کر اس پر اجرت لینا اور دینا جائز ہے یا نہیں؟۔

اس کے جواب میں ارشاد فرمایا۔

ثواب رسانی کے لیے قرآن عظیم پڑھنے پر اجرت لینا اور دینا دونوں ناجائز۔

(فتاویٰ رضویہ، ج ۴، ص ۲۱۸)

## درود میں اختصار:

متعدد فتاوے میں درود شریف صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وغیرہ صیغوں کی جگہ ص۔ صلعم۔ ع وغیرہ لکھنے کو ناجائز و بدعت فرمایا۔ ایک سائل نے سوال میں ایسا اختصار لکھا تو اس کو تنبیہ فرمائی کہ۔

سائل کو جواب مسئلہ سے زیادہ نافع یہ بات ہے کہ: درود شریف کی جگہ جو عوام و جہال صلعم، یا ع یا م یا ص یا صلسلم لکھا کرتے ہیں محض مہمل و جہالت ہے۔ اَلْقَلَمُ اِحْدَی اللسانین (قلم بھی ایک زبان ہے) جیسے زبان سے درود شریف کے عوض مہمل کلمات کہنا درود کو ادا نہ کرے گا یوں ہی ان مہملات کا لکھنا درود لکھنے کا کام نہ دے گا ایسی کوتاہ قلمی سخت محرومی ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، ۴/۵۴)

فتاویٰ افریقہ میں اس پر مزید تفصیل ہے۔

## بزرگوں کی تصویریں:

تصویریں جاندار کی ناجائز ہیں اگر بزرگوں کی تصویریں بنائی اور لگائی جائیں اور زیادہ ناجائز اور گناہ، جہالت سے بعض لوگ بزرگوں کی تصاویر تعظیم کے طور پر آویزاں کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہوگا، حالاں کہ حکم ایسا نہیں اس قسم کے سوالات کے جواب میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے متعدد رسائل تحریر فرمائے، مثلاً، (۱) عطایا القدیر فی حکم التصویر (۲) شفاء الواله فی صور الحبیب و مزاره ونعاله،

عطایا القدیر میں تصاویر کی حرمت پر آیات واحادیث سے دلائل نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں،

"بالقصد تصویر کی عظمت و حرمت (عزت) کرنا اسے معظم دینی سمجھنا، اسے تعظیماً بوسہ دینا، سر پر رکھنا، آنکھوں سے لگانا، اس کے سامنے دست بستہ کھڑا ہونا، اس کے لاے جانے پر قیام کرنا، اسے دیکھ کر سر جھکانا وغیر ذالک افعال تعظیم بجالانا یہ سب سے اخبث اور قطعاً یقیناً اجماعاً اشد حرام و سخت کبیرۂ ملعونہ ہے اور صریح کھلی بت پرستی سے ایک ہی قدم پیچھے ہے، اسے کوئی مسلمان کسی حال میں حلال نہیں کہہ سکتا، اگرچہ لاکھ مقطوع یا صغیر یا مستور ہو، الخ (عطایا القدیر، ص ۶۷)

## مقابر مسلمین کے آداب:

آج کل مسلم قبرستانوں کی بے حرمتی عام ہے، اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے مقابر مسلمین سے



متعلق سوالات ہوئے تو ارشاد فرمایا۔

قبروں پر چلنے کی ممانعت ہے نہ کہ جوتا پہننا کہ سخت توہین اموات مسلمین ہے ہاں جو قدیم راستہ قبرستان میں ہو جس میں قبر نہیں اس میں چلنا جائز ہے، اگرچہ جوتا پہنے ہو۔ قبروں پر گھوڑے باندھنا، چارپائی بچھانا، سونا بیٹھنا سب منع ہے، (فتاویٰ رضویہ، ۴/۱۰۷)

دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں۔

قبور مسلمین پر چلنا جائز نہیں۔ ان پر پاؤں رکھنا جائز نہیں یہاں تک کہ ائمہ نے تصریح فرمائی ہے کہ قبرستان میں جو نیا راستہ پیدا ہوا ہو اس میں چلنا حرام ہے، اور جن کے اقربا ایسی جگہ دفن ہوں کہ ان کے گرد قبریں ہوگئی ہوں اور اسے ان کی قبور تک، اور قبروں پر پاؤں رکھے بغیر جانا ناممکن ہو، دور ہی سے فاتحہ پڑھے اور پاس نہ جائے۔ (فتاویٰ رضویہ، ۴/۱۰۷)

قبر پر نماز پڑھنا حرام، قبر کی طرف نماز پڑھنا حرام، اور مسلمان کی قبر پر قدم رکھنا حرام، قبروں پر مسجد بنانا یا زراعت (کھیتی) وغیرہ کرنا حرام۔ (عرفان شریعت، ۲/۲)

## فرضی قبروں کا حکم:

فرضی اور مصنوعی قبر کے بارے میں سوال کے جواب میں فرمایا۔

قبر بلا مقبور کی زیارت کی طرف بلانا اور اس کے لیے وہ افعال (چادریں چڑھانا وغیرہ) کرانا گناہ ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، ۴/۱۱۵)

فرضی مزار بنانا اور اس کے ساتھ اصل کا سا معاملہ کرنا، ناجائز و بدعت ہے، اور خواب کی بات خلاف شرع امور میں مسموع نہیں ہو سکتی۔ (ایضا)

جس قبر کا یہ بھی حال معلوم نہ ہو کہ یہ مسلمان کی ہے یا کافر کی اس کی زیارت کرنی، فاتحہ دینی ہرگز جائز نہیں کہ قبر مسلمان کی زیارت سنت ہے اور فاتحہ مستحب، اور قبر کافر کی زیارت حرام ہے اور اسے ایصال ثواب کا قصد کفر..... تو جو امر سنت و حرام یا مستحب و کفر میں متردد ہو وہ ضرور حرام و ممنوع ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، ۴/۱۴۱)

## قبر کا طواف اور بوسہ:

بلاشبہ غیر کعبہ معظمہ کا طواف تعظیمی ناجائز ہے اور غیر خدا کو سجدہ ہماری شریعت میں حرام ہے، اور بوسہ قبر میں علما کو اختلاف ہے، احوط (زبان احتیاط) منع ہے، (احکام شریعت، ۳/۳ و فتاویٰ رضویہ، ۴/۸)

## قبر پر لوبان اگربتی اور چراغ:

عود، لوبان وغیرہ کوئی چیز نفسِ قبر پر رکھ کر جلانے سے احتراز (پرہیز) چاہیے اگرچہ کسی برتن میں ہو، (فال بد کی وجہ سے کہ قبر کے اوپر دھواں اٹھنا اچھا نہیں)......اور قریب قبر سلگانا اگر وہاں نہ کچھ لوگ بیٹھے ہوں نہ کوئی تالی (تلاوت کرنے والا) یا ذاکر ہو بلکہ صرف قبر کے لیے جلا کر چلا آئے تو ظاہر منع ہے کہ اسراف و اضاعت مال ہے، (فتاویٰ رضویہ ۴/۱۴۱)

## تبرکات بزرگان دین سے مال کمانا:

تبرکاتِ شریفہ جس کے پاس ہوں ان کی زیارت کرنے پر لوگوں سے اس کا کچھ مانگنا سخت تشنیع (برا) ہے۔ جو تندرست ہو، اعضا صحیح رکھتا ہو، نوکری خواہ مزدوری اگرچہ ڈلیا ڈھونے کے ذریعہ سے روٹی کما سکتا ہو، اُسے سوال کرنا حرام ہے،......رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،......غنی یا سکت والے تندرست کے لیے صدقہ حلال نہیں، (بدر الانوار فی آداب الآثار، ص ۳۵، مطبوعہ مبارک پور)

## دعوت میت:

کسی کے مرنے کے بعد سوم چہلم وغیرہ میں جو عام دعوت ہوتی ہے، اس پر سخت نکیر کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے مستقل ایک رسالہ تصنیف فرمایا، "جلیُّ الصوت لنھی الدعوۃ اَمامَ الموت" جو دعوتِ میت، کے نام سے شائع ہے، اس میں اور دیگر فتاوے میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے اس کی ممانعت کی ہے۔ ایک جگہ فرماتے ہیں۔

"مردہ کا کھانا صرف فقرا کے لیے ہے، عام دعوت کے طور پر جو کرتے ہیں یہ منع ہے، غنی (مالدار) نہ کھائے۔ (احکام شریعت دوم، ص ۱۶)

سوم دہم چہلم وغیرہ کا کھانا مساکین کو دیا جائے، برادری کو تقسیم یا برادری کو جمع کر کے کھلانا بے معنی ہے،......کمافی مجمع البرکات،

موت میں دعوت ناجائز ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ۴/۲۲۳)

## قرآن سے فال نکالنا:

قرآن عظیم سے فال دیکھنے میں ائمہ مذاہب اربعہ کے چار قول ہیں، بعض حنبلیہ مباح کہتے ہیں، اور شافعیہ مکروہ تنزیہی اور مالکیہ حرام......اور ہمارے علمائے حنفیہ فرماتے ہیں ناجائز و ممنوع و مکروہ تحریمی ہے......قرآن عظیم اس لیے نہ اتارا گیا۔ ہمارا قول، قولِ مالکیہ کے قریب ہے بلکہ



عند التحقیق دونوں کا حاصل ایک ہے۔ بالجملہ مذہب یہی ہے کہ منع ہے۔ الخ (فتاویٰ افریقہ، ص ۱۴۰)

## انگریزی وضع کے کپڑے:

انگریزی وضع کے کپڑے پہننا حرام سخت حرام، اشد حرام اور انہیں پہن کر نماز مکروہ تحریمی قریب بحرام، واجب الاعادہ کہ جائز کپڑے پہن کر نہ پھیرے تو گنہگار مستحق عذاب والعیاذ باللہ العزیز الغفار۔ (فتاویٰ رضویہ ۳/۳۳۳)

## سیاہ خضاب:

سوال ہوا کہ سیاہ خضاب لگانا جائز ہے یا نہیں۔ تو ارشاد فرمایا:

سرخ یا زرد خضاب اچھا ہے اور زرد بہتر، اور سیاہ خضاب کو حدیث میں فرمایا: "کافر کا خضاب ہے۔" دوسری حدیث میں ہے۔ اللہ تعالیٰ روز قیامت اس کا منہ کالا کرے گا یہ حرام ہے۔ جواز کا فتویٰ باطل و مردود ہے، (احکام شریعت ۱/۷۸)

## جوتا پہن کر اور میز پر کھانا:

کھانا کھاتے وقت جوتا اتار لینا سنت ہے، دارمی و طبرانی و ابویعلیٰ و حاکم باِفادۂ تصحیح (یعنی حدیث کو صحیح بتاتے ہوئے) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں، اِذَا اُکِلُتُمُ الطَّعَامَ فَاخلَعُوا نِعَالَکُمْ فَاِنَّهٗ اَرْوَحُ لِاَقْدَامِکُمْ وَاِنَّهَا سُنَّةٌ حَسَنَةٌ

"جب کھانا کھانے بیٹھو تو جوتے اتار لو کہ اس میں تمہارے پاؤں کے لیے زیادہ راحت ہے اور یہ اچھی سنت۔"

شِرعَۃُ الاسلام میں ہے یَخْلَعُ نعلیه عِندَ الطَّعَام......کھاتے وقت جوتے اتار لے۔ جوتا پہنے کھانا اگر اس عذر سے ہے کہ زمین پر بیٹھا کھا رہا ہے اور فرصت نہیں تو صرف ایک سنتِ مستحبہ کا ترک ہے، اس کے لیے بہتر یہی تھا کہ جوتا اتار لے، اور اگر میز پر کھانا ہے اور یہ کرسی پر جوتا پہنے تو یہ وضع خاص نصاریٰ کی ہے اس سے دور بھاگے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وہ ارشاد یاد کرے، مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ جو کسی قوم سے مشابہت پیدا کرے وہ انہیں میں سے ہے۔ (فتاویٰ افریقہ، ص ۳۸)

## آخری چہار شنبہ:

ماہ صفر کے آخری چہار شنبہ کی نسبت جو یہ مشہور ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

اس میں غسل صحت فرمایا اسی بنا پر تمام ہندوستان کے مسلمان اس دن کو روز عید سمجھتے اور غسل و اظہار فرح و سرور کرتے ہیں، شرع مطہر میں اس کی اصل ہے یا نہیں؟......اس کے جواب میں ارشاد فرمایا۔

یہ محض بے اصل ہے، (عرفان شریعت، ۲/ ۳۷)

آخری چہار شنبہ کی کوئی اصل نہیں نہ اس دن صحت یابی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کوئی ثبوت بلکہ مرض اقدس جس میں وفات مبارک ہوئی اس کی ابتدا اسی دن سے بتائی جاتی ہے۔ (احکام شریعت، ۲/ ۴۴)

## پیر سے پردہ :

بہت سے پیر مریدہ عورتوں سے پردہ نہیں کرتے، اس سلسلے میں امام احمد رضا قدس سرہ سے سوال ہوا تو جواب دیا۔

بیشک ہر غیر محرم سے پردہ فرض ہے، جس کا اللہ و رسول نے حکم دیا ہے جَلّ جلالہ و صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم

بیشک پیر مریدہ کا محرم نہیں ہو جاتا نبی علیہ الصلاۃ والسلام سے بڑھ کر امت کا پیر کون ہوگا؟ اگر پیر ہونے سے آدمی محرم ہو جاتا تو چاہیے تھا کہ نبی سے اس کی امت سے کسی عورت کا نکاح نہ ہو سکتا۔ (مسائل سماع، مطبوعہ لاہور، ص ۲۴)

## ضروریاتِ دین کے منکر کا حکم :

فی الواقع جو بدعتی (بدمذہب) ضروریاتِ دین میں سے کسی شئے کا منکر ہو باجماع مسلمین قطعاً کافر ہے اگرچہ کروڑ بار کلمہ پڑھے، پیشانی اس کی سجدے میں ایک ورق ہو جائے بدن اس کا روزوں میں ایک خاکہ رہ جائے، عمر میں ہزار حج کرے لاکھ پہاڑ سونے کے راہ خدا میں دے...... لا واللہ، ہرگز ہرگز کچھ قبول نہیں، جب تک حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ان تمام ضروری باتوں میں جو وہ اپنے رب کے پاس سے لائے تصدیق نہ کرے،

(اعلام الاعلام بان ہندوستان دار الاسلام، مطبوعہ بریلی ۱۳۴۵ھ، ص ۱۵)

## پیغمبر اور ولی اللہ سے مدد مانگنا :

سوال ہوا کہ خدا کے پیغمبروں اور ولیوں سے مدد چاہنا ان کو مصیبت کے وقت پکارنا جائز ہے یا نہیں تو...... جواب میں ارشاد فرمایا،

"جائز ہے جب کہ انہیں بندۂ خدا اور اس کی بارگاہ میں وسیلہ جانے اور انہیں باذنِ الٰہی



وَالْمُدَبِّرَاتِ اَمْرًا سے مانے اور اعتقاد کرے کہ بے حکم خدا ذرہ نہیں ہل سکتا، اور اللہ عزوجل کے دیے بغیر کوئی ایک حبہ نہیں دے سکتا، ایک حرف نہیں سن سکتا پلک نہیں ہلا سکتا، اور بے شک سب مسلمانوں کا یہی اعتقاد ہے اس کے خلاف کا ان پر گمان محض بدگمانی و حرام ہے، اور ایسے سچے اعتقاد کے ساتھ ندا کرنا بلاشبہہ جائز ہے......

جامع ترمذی شریف وغیرہ کی حدیث میں ہے خود حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک نابینا کو یہ دعا تلقین فرمائی کہ نماز کے بعد یوں کہیں۔

یا محمَّدُ اِنّی اَتوَ جَّهُ بِکَ الیٰ رَبّی فِی حَاجَتی هٰذِهٖ لِیُقْضیٰ لِیْ

یارسول اللہ میں حضور کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف اپنی حاجت میں منہ کرتا ہوں تا کہ میری یہ حاجت پوری ہو......اور بعض روایات میں ہے۔

لِتَقْضِیَ لِی یَارسولَ اللّٰهِ تاکہ حضور میری یہ حاجت پوری فرمادیں۔

ان نابینا نے بعد نماز یہ دعا کی فوراً آنکھیں کھل گئیں۔ (احکام شریعت، ۱/ ۱۶)

## قبرِ ولی پر چادر:

بزرگان دین کی قبروں پر چادریں ڈالنے سے متعلق سوال پر تحریر فرمایا۔ کہ عوام کی نگاہوں میں مزارات اولیا کی وقعت پیدا کرنا مقصود ہو تو جائز ہے اس سے ممانعت نہ چاہیے، پھر فرمایا۔

چادروں کے سبز و سرخ ہونے میں بھی کوئی حرج نہیں، بلکہ ریشمی ہونا بھی روا کہ وہ پہننا نہیں، البتہ باجے ناجائز ہیں، اور جب چادر موجود ہو اور وہ ہنوز پرانی یا خراب نہ ہوئی کہ بدلنے کی حاجت ہو تو بیکار چادر چڑھانا فضول ہے، بلکہ جو دام اس میں صرف کریں ولی اللہ کی روح مبارک کو ایصال ثواب کے لیے محتاج کو دیں۔

ہاں جہاں معمول ہو کہ چڑھائی ہوئی چادر جب حاجت سے زائد ہو خدام، مساکین حاجت مند لے لیتے ہیں اور اس نیت سے ڈالے تو مضائقہ نہیں کہ یہ بھی تصدُّق ہو گیا۔

(احکام شریعت، ۱/ ۷۲، کانپور)

## آتش بازی :

آتش بازی جس طرح شادیوں اور شب برات میں رائج ہے بیشک حرام اور پورا جرم ہے کہ اس میں تضیع مال ہے قرآن مجید میں ایسے لوگوں کو شیطان کا بھائی فرمایا۔ قَالَ اللّٰهُ تعالیٰ :

وَلاتُبَذِّرْ تبذِيْراً ○ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْا اِخْوانَ الشياطين و كانَ الشَّيطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْراً

(ہادی الناس فی رسوم الاعراس، ص۲، وفتاویٰ رضویہ جلد دہم، ص ۷۷)

## انگریزی پڑھنا:

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کا نظریہ تعلیم یہ تھا کہ دینی عقائد کی ضروری معلومات کے بعد کوئی بھی زبان پڑھی جاسکتی ہے دینی مقاصد کے لیے ہوتو بہتر ہے اور دنیاوی منافع کی غرض سے ہوتو مباح، چنانچہ آپ سے سوال ہوا۔ انگریزی پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ جواباً ارشاد فرمایا،

''ذی علم مسلمان اگر بہ نیت رد نصاریٰ انگریزی پڑھے اجر پائے گا اور دنیا کے لیے صرف زبان سیکھنے یا حساب اقلیدس جغرافیہ جائز علم پڑھنے میں حرج نہیں بشرطے کہ ہمہ تن اس میں مصروف ہوکر اپنے دین وعلم سے غافل نہ ہوجائے ورنہ جو چیز اپنا دین وعلم بقدر فرض سیکھنے میں مانع آئے حرام ہے، اسی طرح وہ کتابیں جن میں نصاریٰ کے عقائد باطلہ مثل انکار وجود آسمان وغیرہ درج ہیں اُن کا پڑھنا بھی روانہیں۔'' (فتاویٰ رضویہ جلد دہم اول، ص ۹۹، مطبوعہ فیصل پور)

اور سوال ہوا ایسی انگریزی پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور بعض انگریزی خواں کہتے ہیں مولوی لوگ کیا جانتے ہیں کیا اس لفظ سے علم کی حقارت نہیں ہوئی اگر ایسا کہے تو کافر ہوگا یا نہیں؟......

تو اس کے جواب میں تحریر فرمایا۔

''ایسی انگریزی پڑھنا جس سے عقائد فاسد ہوں اور جس سے علمائے دین کی توہین دل میں آئے انگریزی ہو خواہ کچھ ہو ایسی چیز پڑھنا حرام ہے۔ اور یہ لفظ کہ ''مولوی لوگ کیا جانتے ہیں'' اس سے ضرور علما کی تحقیر نکلتی ہے اور علمائے دین کی تحقیر کفر ہے۔'' (فتاویٰ رضویہ ۶/۲۴، مبارک پور)

اس سلسلے میں مزید تفصیلات کے لیے امام احمد رضا اور رد بدعات ومنکرات از مولانا یٰسٓ اختر مصباحی، ارشادات اعلیٰ حضرت از محمد عبدالمبین نعمانی، تعلیمات اعلیٰ حضرت از مولانا محمد میکائیل ضیائی، خوب و ناخوب از پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مظہری، فاضل بریلوی اور امور بدعت از سید فاروق القادری، ملاحظہ کریں، میں نے عطر کشید کرنے کی کوشش کی ہے، اور بخوف طوالت بہت سے مباحث کو چھوڑ دیا ہے، ان شاء اللہ تعالیٰ راقم الحروف کی کتاب ارشادات اعلیٰ حضرت حصہ دوم میں جلد ہی دیگر مواد سامنے لانے کی کوشش ہوگی۔

○○○



# کلام رضاؔ میں توحید کی ضیا باریاں

پروفیسر فاروق احمد صدیقی*

توحید خدائے پاک کی یکتائی و بے ہمتائی پر ایمان کامل رکھنے کا نام ہے۔ اس کا ایک اجمالی تعارف اس معروف ومقبول جملے میں ملتا ہے کہ ''اللہ ایک ہے، پاک اور بے عیب ہے، اُس جیسا اور کوئی نہیں، وہ سب سے بڑا بادشاہ ہے۔'' قرآن واحادیث میں توحید باری کے متعلق جتنے بیانات وارشادات ملتے ہیں، اُن سب کا خلاصہ ونچوڑ مرقومہ بالا جملے میں پوری اکملیت کے ساتھ موجود ہے۔ توحید کے تحت خدائے بزرگ و برتر کی ذات وصفات کی بوقلمونی کا بیان ہوتا ہے۔ خدا کی عظمت وکبریائی چونکہ لامحدود ہے اس لئے شاعری میں خدا کی توحید بیان کرنے کے لئے شاعروں کو لامحدود فضا ملتی ہے۔ اب یہ اُن کے شاعرانہ ذوق وظرف پر منحصر ہے کہ وہ کس حد تک صفاتِ خداوندی اور تجلّیاتِ ربانی کے کیفِ مشاہدہ یا تخیل کو اظہار کی حدوں میں سمیٹ سکتے ہیں۔ وہ ذات جو کسی کے مثل نہیں، اور کوئی شئے اس کے مثل، جو عرش پر مستوی ہے، مگر عرش کو اس کی جستجو ہے، اور جو کائنات کے ذرّے ذرّے میں پنہاں اور مستور ہے، اور جو ماورائے احساس وادراک ہے اور پھر بھی حبل الورید سے اقرب ہے، اس کے بیان کو محسوسات کے دائرے میں لانا بڑے زورِ تخیل اور بلند حوصلگی کا تقاضا رکھتا ہے۔ ہاں اس کے اسمائے صفات کی بدولت کچھ بات بن سکتی ہے، اور یہی کوشش ہمارے شاعروں کے یہاں ملتی ہے، اور حضرت رضاؔ چونکہ امام الشعرا ہیں، اس لئے ان کے یہاں یہ کوشش پوری تکمیلی شان کے ساتھ بروئے کار آئی ہے۔ اُن کے ایک عربی قصیدہ کے یہ ابتدائی اشعار ملاحظہ ہوں، جن میں توحید کی عظمت وجلالت کا بڑا کیف آگیں بیان ملتا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلْمُتَوَحِّدِ بِجَلَالِهِ الْمُتَفَرِّدِ
وَصَلَوَاتُهُ دُوْمًا عَلٰى خَيْرِ الْأَنَامِ مُحَمَّدِ

(تمام تعریفیں خدائے یکتا کے لئے ہیں جو اپنے جلال میں یگانہ وتنہا ہے اور اُس کی رحمت بے پایاں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوتی رہے جو تمام خلائق میں سب سے افضل واعلیٰ ہیں)

معتبر روایات کے مطابق جامعہ ازہر کے عالموں اور ادیبوں نے جب ان اشعار کو سنا تو حیرت واستعجات کا عالم ان کی نگاہوں کے سامنے پھر گیا، اور یہ تبصرہ کیا کہ ایک غیر عرب کا ایسا مرصّع کلام کہنا بڑے کمال کی بات ہے۔

جہاں تک حضرت رضؔا کے اردو کلام میں توحید کی ضیاباریوں کا تعلق ہے تو اس میں شک نہیں کہ حضرت رضؔا کے نعتیہ مجموعہ ''حدائق بخشش'' کے دونوں حصوں کے آغاز میں روایتی طور پر کوئی حمد نہیں ملتی ہے، مگر اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ کلام رضؔا توحید کی ضیاباریوں سے محروم ہے۔ ایک سطحی نظر والا ہی ایسا سوچ سکتا ہے۔ آیت پاک " من یطع الرسولَ فقد اطاع اللّٰہ " کے مطابق جب رسول کی اطاعت، خدا ہی کی اطاعت ہے تو اس کا صاف منطقی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ رسول کی مدح وثنا بالواسطہ طور پر خدائے عزوجل ہی کی حمد وثنا ہے۔ اور یہ بھی اک مسلّمہ حقیقت ہے کہ مخلوق کی تعریف سے خالق کی تعریف ہی مقصود ومتصور ہوتی ہے۔ اس لئے یہ کہنے میں کوئی حرج نہیں کہ حدائق بخشش کے دونوں حصے ( تیسرا حصہ میرے پیش نظر نہیں ہے ) نعتِ رسول کے ساتھ ساتھ توحید الٰہی کے جلووں سے بھی معمور ومستنیر ہیں، اور ایسا ہونا ہی تھا کیونکہ خود بقول حضرت رضؔا ؎

ذکرِ خدا جو اُن سے جُدا چاہو نجدیو
واللہ ذِکر حق نہیں، کُنجی سقر کی ہے

چنانچہ حدائق بخشش کے دوسرے حصے کے آخر میں ایک مستقل حمد ہے، جس میں توحید باری کے ساتھ ساتھ نعتِ رسول کے بھی حسین جلوے نظر آتے ہیں، یا یہ کہیں کہ یہ ایک ایسی نعتِ رسول ہے جس میں توحید کی کہکشاں بھی نورافشاں نظر آتی ہے۔ یہ بیک وقت حمد بھی ہے اور نعت بھی۔ اس طرح حمد ونعت کو ہم رنگ وہم آہنگ کر کے پیش کرنے کی سعی مشکور صرف اور صرف حضرت رضؔا ہی نے کی ہے صرف ایک شعر ملاحظہ ہو ؎

وہی رب ہے جس نے تجھ کو ہمہ تن کرم بنایا
ہمیں بھیک مانگنے کو ترا آستاں بتایا
تجھے حمد ہے خدایا

کلام رضؔا میں توحید کی ضیاباریوں سے متعلق تمام اشعار کو زیر بحث لانا طول مبحث کا باعث ہوگا، اس لئے یہاں صرف چند منتخب اور نمائندہ اشعار کے حوالے سے ہی گفتگو ہوگی۔



ارباب علم ودانش کے نزدیک سمندر کو کوزہ میں سمونا اور کوزہ کو سمندر کی وسعت عطا کرنا، دونوں اعلیٰ درجہ کا فنکارانہ عمل ہے۔ اِس تناظر میں دیکھئے تو حضرت رضؔا نے اپنے ایک مصرع میں سمندر کو کوزہ میں بند کر دینے کی فنکاری کا ثبوت فراہم کیا ہے۔ یہاں بظاہر خدائے پاک کی صرف ایک ہی صفت کا بیان ہوا ہے، مگر اس میں جہانِ معنی پوشیدہ ہے۔ اختصار میں جامعیت، تہداری اور طرح داری کے حُسن کے ساتھ ساتھ اس کو فنی خوش سلیقگی کے ساتھ برتنے کا پیارا اور انوکھا انداز ملاحظہ ہو ؎

مُژدہ باد اے عاصیو ، شافع شہِ ابرار ہے ۔۔۔ تہنیت اے مجرمو ، ذاتِ خدا غفار ہے

داد دیجئے کس ایمانی جوش وجذبے اور فخر وطرب کے ساتھ حضرت رضؔا نے خدائے پاک کی صفت غفاری کا بیان کیا ہے۔ خود تو فرطِ مسرّت سے سرشار ہیں ہی، تمام مجرموں کو بھی مبارکباد دے رہے ہیں کہ جب ہمارا رب کریم، غفار ہے تو پھر آخرت کی ہولنا کیوں سے ڈرنا کیا ہے۔ وہ خدائے بندہ پرور ضرور ہمارے گناہوں کو بخش دے گا۔ اِسی مضمون کا ایک اور شعر کلام رضؔا میں ملتا ہے ملاحظہ ہو ؎

کیوں رضؔا کُڑھتے ہو ، ہنتے اُٹھو ۔۔۔ جب وہ غفار ہے کیا ہونا ہے

یہاں بھی خدائے ارحم الراحمین کی شانِ غفاری پر مچلنے اور اترانے کا انداز بہت ہی نشاط افزا اور طمانیت بخش ہے۔ دوسرے مصرع میں ''کیا ہونا ہے'' کا ٹکڑا غضب کا ہے۔ بار بار پڑھئے اور حظ اُٹھایئے، اور رحمتِ خداوندی کے بیکراں سمندر میں بالکل بے فکری اور بے نیازی کے ساتھ شناوری کیجئے۔

رب تعالیٰ کی ایک صفت اس کا ستار ہونا بھی ہے، جس طرح وہ غفار الذّنوب ہے، ستارالعیوب بھی ہے۔ ہم رات دن معاصی کا ارتکاب کرتے رہتے ہیں اور وہ ان پر پردے ڈالتا رہتا ہے۔ حضرت رضا فرماتے ہیں کہ اے رب کریم جس طرح دنیا میں تو نے ہمارے جُرموں کی طرف سے چشم پوشی کی ہے، آخرت میں بھی ہمارے نامۂ اعمال کو پردۂ خفا ہی میں رکھنا، ورنہ تیرا یہ عبد ضعیف کہیں کا نہیں رہے گا۔ کس جذبۂ عبودیت اور انکسار کے ساتھ وہ بارگاہ ایزدی میں استغاثہ کرتے ہیں، ملاحظہ ہو ؎

اپنی ستاری کا یارب واسطہ
ہُوں نہ رسوا، برسرِ بازار ہم

یہاں ''بازار'' سے مراد بازار قیامت ہے، جہاں اولین وآخرین کا مجمع ہوگا وہاں کی خجالت وپشیمانی کتنی عبرتناک ہوگی، بس اس کا تصور ہی کیا جا سکتا ہے۔ اُسی سے بچنے کے لئے حضرت رضا، بارگاہِ ستارالعیوب میں فریاد کناں ہیں۔

اور اب وہ شعر دیکھئے جس میں خدائے ذوالجلال کی صفت قہاری کا بیان ہوا ہے۔ یہ امر محتاج وضاحت نہیں کہ ہمارا رب جہاں رؤف ہے، رحیم ہے، ستار ہے، غفار ہے، وہاں قہار و جبار بھی ہے۔ اس کا تصور کر کے ہی ایک حساس آدمی لرزہ براندام ہو جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت رضا بھی رب تعالیٰ کی صفت قہاری کا بیان کرتے ہوئے لرزاں و ترساں نظر آتے ہیں۔ ایک بندۂ مومن کی شان یہی ہے کہ جہاں وہ ارحم الراحمین کی رحمتوں پر مچلے، وہیں اس کے قہر و غضب سے بھی ڈرتا رہے، اور جو شخص جس قدر خدائے پاک کا محبوب و مقرب ہوتا ہے اتنا ہی اُس سے ڈرتا بھی ہے حضرت رضا کے مقبول بارگاہ ہونے میں کیا شبہ ہے۔ مگر ان کے جذبۂ عبودیت کو تو یہ کہنا ہی تھا کہ۔

خدائے قہار ہے غضب پر، کھلے ہیں بدکاریوں کے دفتر
بچالو آکر شفیع محشر، تمہارا بندہ عذاب میں ہے

یعنی کل عرصات قیامت میں خدائے قہار کے غیظ و غضب سے بچنے کی صرف ایک صورت ہے اور وہ یہ کہ شافع محشر صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت ہمیں حاصل ہو جائے۔ (آمین)

حضرت رضا کو خدائے رؤف و رحیم کی رحمتوں پر کس قدر بھروسہ ہے اس کا احساس و اندازہ درج ذیل شعر سے بھی ہوگا۔

تو ہی بندوں پہ کرتا ہے لُطف و عطا، ہے تجھی پہ بھروسا تجھی سے دعا
مجھے جلوۂ پاک رسول دکھا، تجھے اپنے ہی عز و علا کی قسم

میں نہیں سمجھتا کہ توحید باری کا اس سے عمدہ اور ایمان افروز بیان اور کیا ہو سکتا ہے۔ حضرت رضا، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شوقِ فراواں رکھتے ہیں، لیکن اس کی توفیق اپنے معبود برحق ہی سے چاہتے ہیں اور یہی توحید کامل ہے۔

توحید الٰہی کا مظہر ایک اور اہم اور نمایندہ شعر ملاحظہ ہو، حضرت رضا فرماتے ہیں۔

محمد مظہر کامل ہے، حق کی شان عزت کا
نظر آتا ہے، اس کثرت میں کچھ انداز وحدت کا

بہت ہی بلند اور استادانہ شعر ہے۔ دوسرے مصرع میں کثرت اور وحدت کا لفظ صنعت تضاد کا لطف دیتا ہے، اس میں کوئی دو رائیں نہیں کہ حضور خواجۂ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم صفاتِ خداوندی کے مظہر اتم ہیں، اور صفات خداوندی کی نہ کوئی حد ہے نہ شمار۔ وہ ایک ایسی کثرت ہے جس



کا ادراک و احاطہ نہیں کیا جا سکتا۔ اس نعت کے شعر میں توحید کی بوقلمونی کا ایسا عمدہ اور پاکیزہ بیان ملتا ہے جو حضرت رضا کے خامہ زرنگار ہی سے متوقع ہو سکتا ہے۔

اور اب آخر میں حضرت رضا کی ایک مشہور نعت کے درج ذیل تین اشعار نقل کئے جاتے ہیں، جن میں توحید کی ضیاباریاں ہم دوشِ ثریا نظر آتی ہیں بلکہ اس سے بھی بلند و ارفع مقام پر دکھائی دیتی ہیں، ان اشعار کے منصۂ شہود پر آنے کا ایک خاص ہی منظر ہے وہ یہ کہ بیسویں صدی کے اوائل میں پیدا شدہ ایک بدبخت جماعت نے امکانِ کذب باری تعالیٰ کا عقیدۂ باطلہ گڑھا اور اپنی تحریر و تصنیف کے ذریعہ اس کو پھیلایا اس پر علمائے حق نے اس ضال و مضل گروہ کے اکابرین کی شرعی گرفت کی مگر وہ " ختم اللّٰه علی قلو بهم و علی سمعهم و علی ابصار هم غشاوة " کے نمونہ کامل بن کر بیہودہ تاویلیں کرتے رہے اور قبول حق سے صاف انکار کر دیا۔ اس پر خدا و رسول کے محب صادق حضرت رضا بریلوی کی غیرت توحید حرکت میں آگئی اور آپ نے ناموس الٰہی کے دفاع میں یہ ایمان افروز اشعار کہے۔

مگر خدا پہ جو دھبہ دروغ کا تھوپا — یہ کس لعیں کی غلامی کا داغ لے کے چلے
وقوع کذب کے معنی درست اور قدوس — ہیے کی پھوٹے، عجب سبز باغ لے کے چلے
جہاں میں کوئی بھی کافر سا کافر ایسا ہے — کہ اپنے رب پہ سفاہت کا داغ لے کے چلے

ان اشعار کی تشریح کی ضرورت نہیں، یہ خود زبان حال سے اپنا تعارف کرا رہے ہیں۔ دنیا میں ایک سے ایک گمراہ فرقہ پیدا ہوا مگر کسی نے اپنے رب اور معبود کو عیبی نہیں قرار دیا۔ یہ ہمارے ملک ہندوستان جنت نشان میں ''دیو کے بندوں'' کا تفرد اور امتیاز خاص ہے کہ اس نے اللہ ایک ہے پاک اور بے عیب ہے، کے عقیدۂ حقہ پر خط بطلان کھینچ دیا۔ اور توحید کی امانت کو اللہ کے سادہ لوح بندوں کے سینوں سے نکال کر ان کو ایمانی اعتبار سے مفلس و قلاش بنا دیا۔ اور لطف یہ کہ خود توحید کے تنہا اجارہ دار بھی بنے رہے۔ غالباً ایسوں ہی کے لئے کہا جائے گا کہ۔

کعبہ کس منہ سے جاؤگے غالب — شرم تم کو مگر نہیں آتی

سطور بالا میں کلام رضا میں توحید کی ضیاباریوں سے متعلق محض چند جھلکیاں دکھلائی گئی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ مجھے اعتراف ہے کہ موضوع کا حق ادا نہیں ہو سکا ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ راقم الحروف پھر اس موضوع پر مزید غور و خوض کرے گا۔ السعی منی والا تمام من اللّٰه

غائبانہ نماز جنازہ پر

# امام احمد رضا کا ایک تحقیقی فتویٰ

## جو غیر مقلدوں کے ضعیف حدیثوں پر عمل کی نشاندہی بھی کرتا ہے

شکیل احمد سبحانی*

حنفی مسلک سے وابستہ مسلمانوں کی ہر دور میں دنیا بھر میں کثرت رہی ہے یہی وجہ ہے کہ غائبانہ نماز جنازہ کو کبھی فروغ حاصل نہ ہوسکا۔ ہمارے مسلک میں غائبانہ نماز جنازہ جائز نہیں، جبکہ امام شافعی اور امام احمد بن حنبل نے مشروط طور پر اس کی اجازت دی ہے۔ جو لوگ تقلید کے انکار کے سبب اسے جائز مانتے ہیں ان میں اکثر و بیشتر اس مسئلے کی پورے طور پر واقفیت نہیں رکھتے۔ لیکن اس دعوے سے کبھی وہ پیچھے بھی نہیں ہٹتے کہ قرآن وسنت کے دنیا جہان میں بس وہی عالم وعامل ہیں۔

رفع یدین، آمین بالجہر جیسے مسائل میں احناف کے ذریعے بیان کردہ حدیثوں کو ضعیف اور ناقابلِ اعتبار ٹھہرانے والے ان حضرات کا حال دوسرے مسائل واعتقادات میں قابلِ رحم نظر آتا ہے۔ کچھ مسائل میں بخاری ومسلم سے کم پر راضی نہیں ہونے والے یہی لوگ اکثر مسائل میں ایسی ایسی حدیثوں کو حرزِ جاں بنائے ہوئے ہیں۔ جنہیں ائمۂ حدیث نے کہیں سند کے اعتبار سے کمزور بتایا تو کہیں راویوں کے متعلق سخت جرح فرماتے ہوئے اسے ضعیف قرار دیا۔

غائبانہ نماز جنازہ کے جس عنوان پر یہاں گفتگو ہونے جارہی ہے اُس کا مطالعہ خود یہ ثابت کردے گا کہ اس مسئلہ میں حنفی مسلک کے مضبوط اور ناقابلِ تردید دلائل وشواہد کے آگے تقلید کے منکروں کے مسلک ومذہب کا کیا حال ہے۔ حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی مسلک سے وابستہ مسلمانوں کے لیے تو اتنا ہی بہت کچھ ہے جو تحقیق کے بعد علمائے دین نے ارشاد فرمادیا۔ ایک عام مسلمان کو اس سے زیادہ کی ضرورت نہ کل تھی اور نہ آئندہ کبھی ہوگی کتنا سیدھا سا یہ راستہ ہے۔ لیکن پھر بھی کچھ لوگ اس سے فائدہ حاصل نہیں کرتے۔ نئی نئی راہوں کی تلاش میں سرگرداں ہیں۔ امامِ اعظم اور امام شافعی جیسے محترم ومعظم ومقبول ومشہور علمائے دین پر بے اعتمادی کا اظہار کرکے بارہویں، تیرہویں اور چودہویں صدی کے علما پر انحصار کو تقلید کے سوا اور کون سا نام دیا جاسکتا ہے اسے وہی جانیں جو کیا کہتے



ہیں خود بھی نہیں جانتے، جو کیا کرتے ہیں خود بھی نہیں سمجھتے۔

غائبانہ نماز جنازہ کے متعلق حنفی مسلک کو ہم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک فتوے کی مدد سے سمجھنے کی کوشش کریں گے۔ جسے مولانا عبدالرحیم صاحب مدراسی کے استفتاء کے جواب میں آپ نے ۱۳۳۶ھ میں " **الھادی الحاجب عن جنازۃ الغائب** " کے عنوان سے تحریر فرمایا۔ یہ فتویٰ تین سوالوں کے جوابات پر مشتمل ہے۔ جس کا پہلا سوال یہ ہے کہ اولیائے میت کے ساتھ جب نمازِ جنازہ پڑھی جاچکی تو پھر حنفی مذہب میں اس کا دوبارہ ادا کرنا کیسا ہے؟ دوسرا یہ کہ غائبانہ نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور تیسرا سوال یہ ہے کہ اگر شافعی مذہب امام ہو تو اس کی اقتداء میں حنفیوں کے لیے یہ دونوں امر جائز ہوجائیں گے یا نہیں؟

اعلیٰ حضرت نے ۴۴ر صفحات پر مشتمل اپنے جواب میں شروح وفتاویٰ کی ۸۶ر کتابوں سے دوسوتیس عبارات نقل فرمائی ہیں۔ ایک مسئلہ کے اثبات میں دلائل وبراہین کی اس کثرت سے اہلِ علم بہ آسانی یہ سمجھ سکتے ہیں کہ دنیا جہان میں ہر جگہ کیوں امام احمد رضا کے نام کی شمع جلتی دکھائی دیتی ہے۔

غائبانہ نماز جنازہ پر تفصیلی گفتگو سے پہلے مناسب ہے کہ تینوں سوالوں کے جوابات کو مختصر طور پر درج کردیا جائے تاکہ تشنگی کا احساس نہ ہو۔ پہلے سوال کے جواب میں گیارہ صورتوں کو بیان کرتے ہوئے امام احمد رضا نے فرمایا کہ اولیائے میت کی اجازت یا شرکت سے جب میت کی نماز جنازہ پڑھی جاچکی تو دوبارہ اس کا پڑھنا جائز نہیں۔ دوسرے سوال کے جواب میں آپ نے غائبانہ نماز جنازہ کو ناجائز قرار دیا جبکہ تیسرے سوال کے جواب میں آپ نے واضح کیا کہ تکرار نماز اور غائبانہ نماز جب دونوں ہمارے مسلک میں ناجائز ہیں تو امام کا شافعی المذہب ہونا اس ناجائز کو ہمارے لیے جائز نہیں کرسکتا۔

نماز جنازہ کی صحت اور شرائط سے امام احمد رضا نے غائبانہ نماز جنازہ کی بحث کا آغاز کیا ہے۔ بائیس (۲۲) کتب وشروح وفتاویٰ سے آپ نے ثابت فرمایا کہ جنازہ کا نمازی کے سامنے حاضر ہونا نماز جنازہ کی شرائط سے ہے۔ اسی کے ساتھ یہ بھی واضح کردیا کہ میت کے کسی عضو پر حنفی مسلک میں نماز پڑھنا جائز نہیں جبکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ غائبانہ نماز جنازہ اور عضو پر نماز کی ادائیگی کے قائل ہیں۔ اسی طرح امام شافعی کے نزدیک شہید کی نماز جنازہ نہیں برخلاف اس کے حنفی مسلک میں شہید کے لیے بھی نماز پڑھی جائے گی۔

احادیث کریمہ کے حوالے سے آپ نے بتایا کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نماز جنازۂ مسلمین کا حد درجہ اہتمام کیا کرتے تھے۔ اگر کسی وقت رات کی اندھیری یا دوپہر کی گرمی یا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آرام فرمانے کے سبب صحابہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع کیے بغیر میت کو دفن کردیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو تلقین فرمائی کہ ایسا نہ کیا کرو۔ ایک موقع پر حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''ایسا نہ کرو مجھے اپنے جنازوں میں بلالیا کرو'' دوسری حدیث میں ارشاد ہوا: ''ایسا نہ کرو جب میں تم میں تشریف فرما ہوں ہرگز کوئی میت نہ مرے جس کی اطلاع مجھے نہ دو کہ اس پر میری نماز موجب رحمت ہے۔'' اک مقام پر اور ارشاد فرمایا کہ: ''بے شک یہ قبریں اپنے ساکنوں پر تاریکی سے بھری ہوئی ہیں اور بے شک میں انہیں اپنی نماز سے روشن کر دیتا ہوں۔''

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کریمہ بیان کرنے کے بعد امام احمد رضا فرماتے ہیں کہ: ''بایں ہمہ حالانکہ زمانۂ اقدس میں صدہا صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے دوسرے مواضع میں وفات پائی کبھی کسی حدیث صحیح صریح سے ثابت نہیں کہ حضور نے غائبانہ ان کے جنازہ کی نماز پڑھی۔ کیا وہ محتاج رحمت نہ تھے...... حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا عام طور پر ان کی نماز جنازہ نہ پڑھنا ہی دلیلِ روشن وواضح ہے کہ جنازہ غائب پر نماز ناممکن تھی ورنہ ضرور پڑھتے''

آپ کا کہنا ہے کہ دوسرے شہر کی میت پر صلوٰۃ کا ذکر صرف تین مواقعوں میں روایت کیا جاتا ہے (۱) واقعۂ نجاشی (۲) واقعۂ معاویہ لیثی اور (۳) واقعۂ امرائے موتہ۔ لیکن ان تینوں ہی واقعات کا جنازہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ظاہر کر دیا گیا تھا تو یہ نمازیں غائب پر نہ ہوئیں بلکہ حاضر پر ہوئیں۔ یہاں آپ نے یہ تصریح بھی فرمادی کہ واقعۂ معاویہ لیثی اور واقعۂ امرائے موتہ کی سند صحیح نہیں۔ اس جگہ جو عالمانہ بحث امام احمد رضا نے فرمائی ہے ملاحظہ ہو۔ فرماتے ہیں:

''اگر فرض ہی کرلیجئے کہ ان تینوں ہی واقعوں میں نماز پڑھی تو باوصف حضور کے اس اہتمام عظیم وموفور اور تمام اموات کے اس حاجت شدیدۂ رحمت ونور قبور کے صدہا پر کیوں نہ پڑھی؟ وہ بھی محتاج حضور وحاجت مند رحمت ونور اور حضور ان پر بھی رؤف ورحیم تھے۔ نماز سب پر فرض عین نہ ہونا اس اہتمام عظیم کا جواب نہ ہوگا۔ نہ تمام اموات کی ایسی حاجت شدیدہ کا علاج، حالانکہ حریصٌ عَلَیْکُم ان کی شان ہے۔ دو ایک کی دستگیری فرمانا اور صدہا کو چھوڑنا کب ان کے کرم کے شایاں ہے؟ ان حالات واشارات کے ملاحظہ سے عام طور پر ترک اور صرف دو ایک بار وقوع خود ہی



بتادے گا کہ وہاں کوئی خصوصیت خاصہ تھی جس کا حکم عام نہیں ہوسکتا۔ حکم عام وہی عدم جواز ہے جس کی بنا پر عام احتراز ہے۔

اب واقعۂ بیر معونہ ہی دیکھیے۔ مدینہ طیبہ کے ستر جگر پاروں، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص پیاروں، اجلہ علمائے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو کفار نے دغا سے شہید کردیا۔ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان کا سخت وشدید غم والم ہوا ایک مہینہ کامل، خاص نماز کے اندر کفار ناہنجار پر لعنت فرماتے رہے مگر ہرگز منقول نہیں کہ ان پیارے محبوبوں پر نماز پڑھی ہو۔

آخر ایں ترک وبایں مرتبہ بے چیزے نیست۔

اہلِ انصاف کے نزدیک کلام تو اسی قدر سے تمام ہوا مگر ہم ان وقائع ثلاثہ کا بھی باذنہٖ تعالیٰ تصفیہ کریں۔''

واقعۂ اوّل: (۱) بادشاہِ حبشہ حضرت اصحمہ رضی اللہ عنہ نے جب حبشہ میں انتقال کیا۔ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ میں صحابہ کو خبر دی اور فرمایا تمہارا بھائی مرگیا۔ اُٹھو اس پر نماز پڑھو۔ پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے صحابہ نے پیچھے صفیں باندھیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے چار تکبیریں کہیں۔ صحابہ کو یہی ظن تھا کہ ان کا جنازہ حضور کے سامنے ہے۔ (صحیح ابن حبان)

(۲) صحیح ابوعوانہ میں صحابہ کے اعتقاد کو ان لفظوں میں بیان کیا گیا ہے۔ ''ہم نے حضور کے پیچھے نماز پڑھی اور ہم یہی اعتقاد کرتے تھے کہ جنازہ ہمارے آگے موجود ہے۔''

(۳) مذکورہ دونوں روایات صحیح عاضد قوی ہونے پر جہاں امام احمد رضا نے بحث کی ہے۔ وہیں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی ایک اور روایت بھی نقل فرمائی جس کے الفاظ یہ ہیں: ''نجاشی کا جنازہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ظاہر کردیا گیا تھا۔ حضور نے اسے دیکھا اور اس پر نماز پڑھی۔'' آپ نے یہاں یہ بھی واضح کیا کہ اس جواب کو شافع المذہب امام احمد قسطلانی نے مواہب شریفہ میں نقل بھی کیا اور اسے مقرر بھی رکھا۔

(۴) واقعۂ نجاشی پر آپ نے ایک روایت ایسی بھی نقل فرمائی جس میں کہا گیا کہ نجاشی کا انتقال دارالکفر میں ہوا تھا وہاں ان پر نماز نہیں ہوئی تھی لہٰذا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں پڑھی اسی بنا پر امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں اس حدیث کے لیے خصوصی باب وضع کیا۔

(۵) آپ نے یہاں ایک اور شافع المذہب عالم دین ابوسلیمان خطابی کے حوالے سے یہ بات نقل

فرمائی ہے کہ ان کے نزدیک غائبانہ نماز جنازہ صرف اس صورتِ خاص کے ساتھ ہے کہ میت کا انتقال کسی ایسی جگہ پر ہو جہاں کسی نے اس کے جنازہ کی نماز نہ پڑھی ہو۔

(۶) واقعۂ نجاشی کے متعلق آپ نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ بعض لوگوں کو نجاشی رضی اللہ عنہ کے اسلام میں شبہہ تھا یہاں تک کہ بعض نے کہا حبشہ کے ایک کافر پر نماز پڑھی۔ روایت طبرانی میں ہے کہ اس کا قائل ایک منافق تھا۔ اس طرح شبہات کو دفع کرنے اور نجاشی رضی اللہ عنہ کے اسلام کی اشاعت کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نماز کا اہتمام فرمایا۔

اہل حدیث مسلک کے نامور عالم صدیق حسن خاں بھوپالی کا تعاقب بھی امام احمد رضا نے کیا جنہوں نے عون الباری میں حدیث نجاشی کی نسبت کہا کہ: ''اس سے ثابت ہوا کہ غائب پر نماز جائز ہے اگر چہ جنازہ غیر جہت قبلہ ہو اور نمازی قبلہ رُو ہوں۔'' آپ نے بھوپالی صاحب پر جو تنقید کی ملاحظہ ہو۔ فرماتے ہیں:

''یہ اس مدعی اجتہاد کی کورانہ تقلید اور اس کے ادعا پر مثبت جہلِ شدید ہے۔ نجاشی کا جنازہ حبشہ میں تھا اور حبشہ مدینہ طیبہ سے جانب جنوب ہے اور مدینہ طیبہ کا قبلہ جنوب ہی کو ہے جنازہ غیر جہت قبلہ میں کب تھا؟ ...... تو ان مجتہد صاحب کا جہل قابل تماشہ ہے جن کو سمت قبلہ تک نہیں معلوم، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کے جنازے پر نماز ان کی غیر سمت پر پڑھنے کا ادعا دوسرا جہل ہے۔ حدیث میں تصریح ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جانب حبشہ نماز پڑھی۔''

**واقعۂ دوّم:** معاویہ بن معاویہ مزنی رضی اللہ عنہ نے مدینہ طیبہ میں انتقال کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبوک میں ان پر نماز پڑھی۔ حنفی مسلک سے اختلاف رکھنے والوں کی یہ دوسری دلیل ہے حالانکہ اس روایت کو بکثرت محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔ امام احمد رضا نے اس حدیث کے ضعیف ہونے پر پندرہ سے زائد ائمۂ حدیث کے حوالے نقل کیے اور پھر اس کے بعد یہ فرض کر کے اپنی بحث کو آگے بڑھایا ہے کہ یہ حدیث اگر ضعیف نہ رہے تب بھی غائبانہ نماز جنازہ کی دلیل نہیں بن سکتی اس لیے کہ خود اس حدیث میں یہ صراحت موجود ہے کہ جنازہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیش نظر انور کر دیا گیا تھا تو یہ نماز جنازہ بھی حاضر پر ہوئی نہ کہ غائب پر۔ اس دعوے کے ثبوت میں آپ نے مختلف کتب احادیث کا حوالہ دیا۔

(۱) طبرانی کے حوالے سے آپ نے ایک حدیث نقل کی جس میں ابوامامہ رضی اللہ عنہ کے الفاظ یہ



ہیں: ''جبرئیل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حاضر ہو کر عرض کی۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، معاویہ بن معاویہ مزنی نے مدینہ طیبہ میں انتقال کیا۔ کیا حضور چاہتے ہیں کہ میں حضور کے لیے زمین لپیٹ دوں؟ تا کہ حضور ان پر نماز پڑھیں ...... فرمایا، ہاں ...... جبرئیل نے اپنا پر زمین پر مارا۔ جنازہ حضور کے سامنے ہو گیا۔ اس وقت حضور نے اس پر نماز پڑھی اور فرشتوں کی دو صفیں حضور کے پیچھے تھیں۔ اور ہر صف میں ستر ہزار فرشتے تھے۔

(۲) ابو حاکم کے یہاں حدیث کے الفاظ یہ ہیں: ''جبرئیل نے اپنا داہنا پر پہاڑوں پر رکھا۔ وہ جھک گئے بایاں زمینوں پر رکھا تو وہ پست ہو گئیں۔ یہاں تک کہ مکہ مدینہ ہم کو نظر آنے لگے۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور جبرئیل اور ملائکہ علیہم السلام نے ان پر نماز پڑھی۔

(۳) حدیث انس بطریق محبوب کے لفظ یہ ہیں: ''جبرئیل نے عرض کی۔ کیا حضور اس پر نماز پڑھنا چاہتے ہیں؟ فرمایا...... ہاں ...... پس جبرئیل نے زمین پر اپنا پر مارا تو کوئی پیڑ اور ٹیلہ نہ رہا جو پست نہ ہو گیا اور ان کا جنازہ حضور کے سامنے بلند کیا گیا یہاں تک کہ پیشِ نظر اقدس ہو گیا تو حضور نے اس پر نماز پڑھی۔

(۴) بطریق علاء میں اس طرح ہے: ''حضور ان پر نماز پڑھنی چاہیں تو میں زمین سمیٹ دوں۔ فرمایا...... ہاں ...... پس حضور نے ان پر نماز پڑھی۔

ان روایات کو نقل کرنے کے بعد آپ فرماتے ہیں:

''اقول: بلکہ طرز کلام مشیر ہے کہ نماز پڑھنے کے لیے جنازہ سامنے ہونے کی حاجت سمجھی گئی۔ جب تو جبرئیل نے عرض کی کہ حضور نماز پڑھنا چاہیں تو میں زمین لپیٹ دوں تا کہ حضور نماز پڑھیں۔''

تقلید کا انکار کرنے والے مشہور عالم شوکانی صاحب کی گرفت بھی امام احمد رضا نے اس موقع پر کی ہے۔ آپ بیان فرماتے ہیں: ''وہابیہ کے امام شوکانی نے نیل الاوطار میں عجیب تماشا کیا ہے۔ اولاً استیعاب سے نقل کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاویہ لیثی پر نماز پڑھی۔ پھر کہا استیعاب میں اس قصہ کا مثل معاویہ بن مقرن کے حق میں ابوامامہ سے روایت کیا۔ پھر کہا نیز اس کا مثل انس سے ترجمہ معاویہ بن معاویہ مزنی میں روایت کیا اس میں یہ وہم دلاتا ہے کہ گویا یہ تین صحابی جُدا جُدا ہیں جن پر نماز غائب مروی ہے حالانکہ یہ محض جہل یا تجاہل ہے وہ ایک ہی صحابی ہیں، معاویہ نام، جن کے نسب و نسبت میں راویوں سے اضطراب واقع ہوا۔ کسی نے لیثی، کسی نے معاویہ بن

معاویہ، کسی نے معاویہ بن مقرن کہا"......

**واقعۂ سوم :** واقدی نے مغازی میں عاصم بن عمر بن قتادہ اور عبداللہ بن ابوبکر سے روایت کی کہ جب موتہ میں لڑائی شروع ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہوئے اور اللہ عزوجل نے حضور کے لیے پردے اٹھادیے کہ ملک شام اور وہ معرکہ حضور دیکھ رہے تھے اتنے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زید بن حارثہ نے نشان اٹھایا اور لڑتا رہا۔ یہاں تک کہ شہید ہوا۔ حضور نے انہیں اپنی صلوٰۃ ودعا سے مشرف فرمایا۔ اور صحابہ کو ارشاد ہوا کہ اس کے لیے استغفار کرو۔ بیشک وہ دوڑتا ہوا جنت میں داخل ہوا۔ اور اس میں جہاں چاہے اپنے پروں سے اڑتا پھرتا ہے۔

اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد امام احمد رضا نے اس کی سند اور مذکورہ واقعہ پر مفصل بحث فرمائی ہے جس سے کچھ کا ذکر یہاں کیا جاتا ہے۔

(۱) اس حدیث کے راوی واقدی کے متعلق آپ کہتے ہیں کہ محدثین کہاں واقدی کو مانتے ہیں یہاں تک کہ ذہبی نے تو ان کے متروک ہونے پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے۔

(۲) اسی طرح آپ فرماتے ہیں کہ جب خود اس روایت میں صاف تصریح ہے کہ پردے اٹھادیے گئے تھے اور معرکہ حضور کے پیش نظر تھا تو معرکہ یا میت کے غائب ہونے کا سوال کہاں؟۔

(۳) اس کے بعد آپ کہتے ہیں کہ یہاں حدیث میں جو لفظ صلوٰۃ ہے اس پر کیا دلیل ہے کہ یہاں صلوٰۃ کو نماز کے معنی دیے جائیں۔ آپ کا کہنا ہے کہ یہاں صلوٰۃ کا استعمال درود کے طور پر کیا گیا ہے۔ بصورتِ دیگر پھر بتانا ہوگا کہ نماز کب ادا ہوئی۔

(۴) آپ فرماتے ہیں کہ حدیث میں جب یہ صاف موجود ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر اقدس پر جلوہ افروز تو ماننا ہوگا کہ چہرۂ انور صحابہ کی جانب اور پشت مبارک قبلہ کو تھی اسی طرح حدیث میں نماز کے لیے منبر پاک سے اترنے اور نماز ادا کرنے کا بھی جب کوئی ذکر نہیں تو تسلیم کرنا ہوگا کہ یہاں صلوٰۃ سے مراد درود ہی ہے۔

(۵) آخر میں آپ فرماتے ہیں کہ یہ دونوں شہدائے معرکہ ہیں غائبانہ نماز جنازہ کے قائلین کے نزدیک شہداء پر نماز جنازہ نہیں تو فریقین کے اجماع کے لیے یہ ماننا لازم ہوگا کہ اس حدیث میں جو لفظ صلوٰۃ وارد ہے اس سے مراد نماز نہیں درود ہی ہے۔

